Attribution-NonCommercial 4.0 International (CC BY-NC 4.0)

DOI No. doi.org/10.57156/bazyaft25468152

ماحولیاتی تنقید کا آغاز وارتقاء: تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد یوسف، لیکچرر شعبہ اردو واقبالیات،

اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور (رحیم یار خان کیمپس)

نسیم خاتون، پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو واقبالیات،

اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور (رحیم یار خان کیمپس)

Origins and Evolutionof Eco-criticism: An Anyalytical Study

Dr. M. Yousuf, Lecturer Urdu, IUB, RYK Campus

Naseem Khaton, Ph.D Scholar, IUB, RYK Campus

ABSTRACT:

While western academia embraced eco-criticism in the late 20th century, Urdu literary circles only began engaging with ecological perspectives in the 2010s. This nascent discipline has since flourished, with universities incorporating ecocritical studies, scholars translating Western theories, and researchers producing original Urdu works on environmental literature. Notable contributions include Aurangzaib Naizi's pioneering books *Ecocriticism: Theory and Practice* and *Urdu Literature: An Ecological Perspective*, which established foundational frameworks. Pakistani scholars like Abdullah Naem Rasool (*Urdu Poetry: An Ecological Review*) and Dr. Ashraf Javed Malik (*Urdu Nazm: An Ecological Perspective*) have expanded the discourse through genre-specific analyses. From India, Nasreen Ahsan Fatihi's *Ecofeminism and Contemporary Urdu Short Story* offers a gender-sensitive approach, while Sabeen Ali's journal *Deedban* provides a platform for ongoing ecocritical debates. This rapid institutionalization reflects Urdu academia's responsiveness to global ecological concerns while developing indigenous critical paradigms. The discipline's growth demonstrates how Urdu scholarship is both absorbing international theoretical models and cultivating its own ecocritical traditions to reinterpret literary heritage through an environmental lens. As climate change urgency grows, Urdu ecocriticism promises to yield increasingly sophisticated analyses of nature-culture intersections in South Asian literature.

Key words: Eclogy, Eco-criticism, Urdu literature, Literary theory

ماحولیات کو ہمارے تنقیدی کلامیے کا حصہ بنے کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ اردو تنقید میں رائج دیگر کئی کلامیوں کی طرح ماحولیاتی تنقید بھی مغرب کی ہی دین ہے۔ مغرب میں ماحولیاتی تنقید کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی کے ربع آخر کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ فلسفہ ماحولیات زمین مرکزیت کا قائل ہے اور انسان مرکزیت کو رَد کرتا ہے۔ یہ فلسفہ انسان اور اس کرہ ارض پر موجود دیگر مخلوقات کے بیچ توازن کا قائل ہے، اس توازن سے ہی ماحولیاتی توازن کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ فلسفہ ماحولیات کی اصطلاح کو سب سے پہلے برتنے کا سہرا ناورے کے فلسفی ارن نائس(Arne Naess ۱۹۱۲ء۔ ۲۰۰۹ء) کے سر باندھا جاتا ہے۔ انھوں نے زندگی کی تمام صورتوں کو برقرار رکھنے اور زندہ رہنے پر زور دیا ہے۔[1] ارن نائس نے فلسفہ ماحولیات کی اصطلاح ۷۳-۱۹۷۲ء کے آس پاس برتی۔ وہ بیسویں صدی کے اختتام پر شروع ہونے والی ماحولیاتی تحریک کے اہم فکری رکن رہے ہیں۔ دوسری عالمی جنگ کی تباہ کاریوں کے بعد گاندھیائی عدم تشدد کی فکر کو بروئے کار لا کر جنگ ایسی بڑی تباہ کاریوں سے ماحول کا تحفظ ممکن بنانا چاہتے تھے۔ وہ مغرب میں ماحولیاتی بحران کا ذمہ دار منھ زور جدت اور ترقی کو قرار دیتے ہیں۔ ترقی کی راہ پر چل کر انسان نے فطرتی ماحول کو برباد کیا ہے۔ نامور ماحولیاتی نقاد گریگ گیرارڈ(Greg Garrard) ارن نائس کو فلسفہ ماحولیات کے شاعر گیری سنائیڈر(Grey Snyder، پ: ۱۹۳۰ء) کا فلسفیانہ گرو قرار دیتے ہیں۔[2] گیری سنائیڈر فلسفہ ماحولیات سے جڑے انعام یافتہ شاعر ہیں۔ گیری سنائیڈر نے بدھ مت کی روحانیت کو فطرت سے جوڑ کر پیش کیا ہے۔[3]

ماحولیاتی تنقید کا تنقیدی ڈسکورس ادب اور ماحول کے بیچ رشتوں کو تلاشتا اور مطالعہ کرتا ہے۔ ماحولیاتی تنقید صرف ادب اور ماحول کے مابین رشتوں کی دریافت اور انھیں استوار کرنے کا کام ہی نہیں کرتی بلکہ ماحولیاتی مسائل کے اسباب و علل پر سوال بھی قائم کرتی اور ان بحرانوں کے اسباب کا محاسبہ و محاکمہ بھی کرتی ہے۔ جہاں تک ماحولیاتی تنقید کی بطور اصطلاح برتے جانے کی بات ہے تو اس بارے میں پیٹر بیری رقم طراز ہیں:

> "ماحولیاتی تنقید یا سبز مطالعہ؟ یہ دونوں اصطلاحیں اس تنقیدی تصور کے لیے استعمال ہوتی ہیں، جس کا آغاز امریکہ میں ۱۹۸۰ء اور برطانیہ ۱۹۹۰ء میں ہوا۔۔۔ ماحولیاتی تنقید کے تصور کا آغاز ۱۹۷۰ء کی دہائی کے آخری سالوں میں ہوا، جب WLA(The Western Literature Association) کی ایک میٹنگ میں اس کا ذکر ہوا۔ یہ تنظیم بنیادی طور پر مغربی امریکی علوم میں دلچسپی رکھتی تھی۔ مائیکل بی برانچ نے اپنے مضامین کی سیریز کے ابتدائیے میں لفظ Ecocriticism کے بارے میں لکھا ہے کہ بنیادی طور پر یہ اصطلاح ولیم ریوکریٹ کے ۱۹۷۸ء کے مضمون سے لی گئی ہے۔ ایک اور دعویٰ جو اصطلاح کے ابتدائی استعمال کے بارے میں سامنے آیا

وہ معروف امریکی ماحولیاتی نقاد کارل کروبر Karl Kroebar کی طرف سے آیا جس کا مضمون Home at Grasmere: Ecological Holinem، *PMLA* میں ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا تھا۔"[۴]

کارل کروبر یہ مقالہ *Home at Grasmere: Ecological Holiness* کے عنوان سے کیمبرج یونیورسٹی کے ریسرچ جرنل *Publication of the Modern Language Association* (*PMLA*) میں شائع ہوا۔ اس مقالے میں مصنف نے ورڈزورتھ کی تصنیف *Home at Grassmere* کی شاعری کو ماحولیاتی تقدس میں دیکھا ہے۔ اس میں گھر کا تصور مقاماتی پناہ گاہ کے طور پر سامنے لایا گیا ہے۔ گھر سے جڑا ماحولیاتی تقدس ماحول کو مقدس شے کے طور پر پیش کرتا ہے۔[۵] زیادہ تر محققین نے ماحولیاتی تنقید کی اصطلاح کو اس کے اصل سیاق میں متعارف کرانے کا سہرا ولیم روکریٹ (William Rueckert، ۱۹۲۶ء۔ ۲۰۰۶ء) کے سر رکھا ہے۔ انھوں نے اپنے مقالہ *Experiment in literature and ecolgy: An Ecocriticism* میں ماحولیاتی تنقید کے عملی اطلاق کو ایک نیا تجربہ قرار دیا ہے۔ اپنے اس مقالے میں ولیم روکریٹ: "محرکات کے مرکز کی تبدیلی" کے ذیلی عنوان کے تحت مختلف تنقیدی کلامیوں سے بحث کرتے ہوئے ماحولیاتی تنقید کی طرف اس طور پر بڑھتا ہے:

"میں بہ طورِ خاص ادب پر ماحولیات اور ماحولیاتی تصورات کے اطلاق کا تجربہ کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں ماحولیات اس دنیا کے حال اور مستقبل کے ساتھ ایک عظیم مطابقت رکھتی ہے۔ اگر میں اس مقالے کے عنوان میں کچھ ردوبدل کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ میں ادب کی ماحولیات کے بارے میں کچھ دریافت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، یا ادب کے تخلیق، تعلیم اور مطالعات پر ماحولیاتی تصورات کے اطلاق سے ماحولیاتی شعریات مرتب کر رہا ہوں۔"[۶]

یہ نیا تجربہ مختلف نظریات کو جوڑ کر ایک نئے کلامیے کی صورت میں، ماحولیاتی تنقید کی نظریہ سازی کرتا ہے۔ اس تجربہ میں سائنس اور شاعری کو ایک ساتھ جوڑا کر آئندہ کے لیے ماحولیاتی شعریات وضع کرنے کی کاوش نظر آتی ہے۔

۱۹۸۵ء میں فریڈرک او۔ واگ نے ایک کتاب *Teaching Environmental Literature: Material Methods Resources* کے نام سے مرتب کی تھی جس میں انیس (19) مختلف ماحولیاتی مفکرین کے توضیحی نصابات شامل تھے، ان کے ذریعے ادبیات میں ماحول سے آگاہی اور دل چسپی کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ۱۹۸۹ء میں ایلیشیا نائیٹی کی، کی طرف سے رسالہ *The American Nature Writing News Letter* کا اجرا

ہوتا ہے۔ اس کے مقاصد میں ماحولیات سے متعلق مواد کی اشاعت کا کام تھا۔ اس تنظیم نے معلوماتی کتابچوں، مختصر مضامین، کتابوں پر تبصرے اور کلاس نوٹ تک بھی شائع کیے۔ مغرب میں جامعاتی سطح پر اس موضوع کو خاطر خواہ توجہ دی گئی، ماحولیاتی نصاب میں پہلی مرتبہ ادب نے جگہ پائی۔ کئی جامعات میں فطرت اور ثقافت سے متعلق کئی نئے پروگرام متعارف کرائے گئے۔ ۱۹۹۰ء میں یونیورسٹی آف نیواڈا، رینو نے ادب اور ماحولیات کی پہلی اسامی نکالی۔[۷] یہ سال ماحولیاتی تنقید کے لیے خاصے سازگار ہیں۔ کئی ادبی کانفرنسیں اور سیمینار منعقد ہوتے ہیں۔ ۱۹۸۹ء میں شیرل برجس گلاٹ فیلٹی (Cheryll Bergis Glotfelty، پ:۱۹۵۸ء) نے ویسٹرن لٹریچر ایسوسی ایشن (WLA) کی ایک نشست میں ماحولیاتی تنقید کو احیاء بخشا۔ انھوں نے اس فکر پر باقاعدگی سے مقالے تحریر کیے۔ ۱۹۹۲ء Western Literature Association کے سالانہ اجلاس میں ASLE کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ تنظیم Association for the Study of Literature Environement گلاٹ فیلٹی، مائیکل پی برانچ اور کئی دیگر مفکرین کی مشترکہ کاوشوں کا نتیجہ تھی۔[۸] جس کے پہلے صدر کے طور پر سکاٹ سلووک کو منتخب کیا گیا۔ اس تنظیم کے اہم مقاصد میں ادب، ماحول، فطرت اور انسان کے بیچ باہمی تعلق پر تحقیق و ترویج کو شامل کیا گیا تھا۔ ASLE سے متعلق شیرل گلاٹ فیلٹی رقم طراز ہیں:

> ”پہلے ہی سال ASLE کے ارکان کی تعداد ۳۰۰ تک جا پہنچی۔ دوسری سال میں یہ تعداد دوگنا ہو گئی۔۔۔۔ تیسرے سال یعنی ۱۹۹۵ء میں ASLE کے ارکان کی تعداد ۷۵۰ سے بھی تجاوز کر گئی اور اس سال تنظیم نے Colorado, Fort Collins میں اپنی پہلی کانفرنس منعقد کی۔ ۱۹۹۳ء میں پیٹرک مرفی نے ایک نیا رسالہ *(ISLE) Interdisciplinary Studies in Literature Environment* جاری کیا جس کا مقصد ادبی تنقیدی مطالعات اور عملی فنون کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کرنا تھا جہاں سے وہ ماحولیاتی فکر کو اجاگر کر سکیں۔“[۹]

یہ تمام ناقدین ماحولیاتی تنقید کی دوسری لہر سے تعلق رکھتے ہیں، اس لہر کا آغاز بیسویں صدی کی آخری دہائی سے ہوتا ہے۔ اس لہر کے زیر اثر ماحولیاتی لٹریچر لکھا اور شائع کیا جانے لگا، تنظیمیں وجود میں آئیں اور رسائل شائع ہونے لگے۔ ۱۹۹۳ء تک ماحولیاتی ادبی مطالعہ ایک تنقیدی مکتبہ فکر کے طور پر اپنی شناخت قائم کر لیتا ہے۔ مفکرین، نوجوان ادیب اور جامعات سے فارغ التحصیل طلبا ماحولیاتی تنقید کی بطور ایک دبستان تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس مستحکم دبستان کی جڑیں بیس سال پیچھے جا کر تلاش کی جا سکتی ہیں۔ جسے ماحولیات کی پہلی لہر کہا جا سکتا ہے۔ ماحولیاتی تحریک کی پہلی لہر بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں رچل کیرسن کی تصنیف *Silent Spring* سے ابھرتی ہے۔ اس کتاب میں امریکی معاشرے میں ماحولیاتی مسائل اور ان مسائل کے حل کی بات کی گئی ہے۔

Rachel Carson (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۶۴ء) نے کرم کش (Pesticides) ادویات کے ماحول اور اس ماحول کے باسیوں پر مرتب ہونے والے مضر اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے، اس کے خلاف علَم احتجاج بلند کرتے ہیں۔ پہلی لہر سے وابستہ مفکرین کوئی ادبی نقاد نہ تھے۔ تنقید سے بڑھ کر ان کا میدان سماجیات، ماحولیات یا فطرت تھا۔ سائلنٹ سپرنگ، پہلی لہر میں ماحولیاتی انصاف اور ماحولیاتی آگاہی کی تحریک کا منشور ثابت ہوتی ہے۔ دوسری لہر کے ناقدین نے اس کتاب کے مقدمات کو بنیاد بنا کر اس میں ادب کے کردار کو اہم بنایا ہے۔[۱۰] ان ماحولیاتی مسائل سے ادب کو جوڑ کر دیکھا اور پیش کیا گیا ہے۔

مغرب میں ماحولیاتی تنقیدی فکری طور پر بھی دو دھاروں میں بٹی ہوئی ہے۔ امریکی دبستان ماحولیات تنقید میں Ecocriticism کی اصطلاح برتی جاتی ہے۔ برطانوی دبستان میں ایسے مطالعات کے لیے "سبز مطالعات" یا "Green Studies" کی اصطلاح رائج ہے۔ امریکی ماحولیاتی تنقید کے دبستان نے زیادہ ترقی کی ہے۔ اس میں دیہات نگاری، فطرت نگاری، مناظر کی پیش کش اور راعیانیہ ادب پر زیادہ توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ فطرت کے ارتقاء کو ملحوظ رکھتے ہوئے جدید، مابعد جدید ادب کے ماحولیاتی تناظرات کو مدنظر رکھتے ہوئے، ماحولیاتی سروکار کو تلاش کیا جاتا ہے۔ امریکی ماحولیاتی مفکرین و ناقدین میں: رالف ایمرسن، ڈیوڈ ہنر تھیورے، مارگریٹ فلر، میری آسٹن، جان میور، ایلڈو لیوپولڈ اور ایڈورڈ ایبے سرفہرست ہیں۔ انھوں نے ادبی متون کو فطرت کی پیش کش کے ساتھ امریکی راعیانیت کا آئینہ دار بنایا ہے۔ دوسری طرف برطانوی جوناتھن بیٹ (Jonathan Bate) کو اس دبستان کا بنیاد گزار جانا جاتا ہے۔ ان کی کتاب *Romantic Ecology: Wordsworth Envirnoment Tradition* (۱۹۹۱ء) میں سامنے آتی ہے۔ رومینٹک ایکالوجی کے تحت ولیم ورڈزورتھ کی شاعری کا انگریزی ادب کی پائیدار روایت کے تناظر میں از سر نو جائزہ لیا گیا۔ جوناتھن بیٹ نے شاعر کی سیاست کا کھوج لگایا، یہ سبز سیاست تھی۔ انھوں نے ورڈزورتھ کو پہلے حقیقی ماحولیاتی شاعر کے طور پر دریافت کیا۔ کیوں کہ ورڈزورتھ نے فطرت کے ساتھ انسانی انضمام کے ایک طاقت ور اور پائیدار وژن کو پیش کیا ہے۔ برطانوی سبز مطالعات کی جڑیں برطانوی رومانویت میں ملتی ہیں۔ برطانوی رومانیت ماحولیاتی تنقید یا سبز مطالعات کے لیے اہمیت کی حامل ہے۔ اس رومانیت میں سبز مطالعات خوب پھلے پھولے ہیں۔ اس برطانوی رومانوی طرز فکر کی بنیاد پر ایسے مطالعات کو سبز رومانویت (Green Romantics) یا رومانوی ماحولیات (Romantic Ecology) کہا جاتا ہے۔[۱۱] سبز رومانویت کا پسندیدہ موضوع شاعری اور دیگر متون کے مطالعہ کے ذریعے انسان، انسانیت اور فطری دنیا کے مقام کا درست تعین کرنا ہے۔ پیٹر بیری امریکی اور برطانوی دبستانِ ماحولیاتی تنقید کو کچھ یوں ایک دوسرے سے منفرد کرتا ہے:

"عمومی طور پر امریکی اصطلاح Ecocriticism کو اہمیت حاصل ہے۔ جب کہ برطانیہ میں اسے Green Studies کے نام سے جانا جاتا ہے اور امریکی تحاریر کا ایک رجحان یہ ہے کہ ان کے ہاں جشن کا تاثر ملتا ہے۔ جب کہ برطانوی تحاریر میں دھمکی اور خطرے کی نشاندہی کا تاثر ملتا ہے اور ان میں سرکاری اداروں، صنعتوں، کمرشل اور نئی نوآبادیاتی New Colonial Forces طاقتوں کو ماحولیاتی خطرات کا باعث گردانا جاتا ہے۔"[۲۱]

مغرب میں ماحولیاتی تنقید ایک ڈسپلن کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ یہ ڈسپلن ادب اور ثقافتی تھیوری کے ملاپ سے بنتا ہے، جو ادب، ثقافت اور ماحول کے باہمی رشتے سے جڑا ہے۔ ماحولیاتی تنقید کو کسی محدود فکر کے طور پر پیش نہیں کیا گیا، بلکہ یہ ایک بین العلومی (Interdisciplinary) نقطہ نظر ہے۔ ماحولیاتی تنقید مختلف زبانوں کے ادب اور مختلف ثقافتوں کے درمیان ماحول اور فطرت کے رشتوں کا جائزہ لیتی ہے۔ ماحولیاتی تنقید نے دیگر ادبی، تاریخی، سماجی اور سیاسی فکر و نظریات سے اپنے دامن کو وسعت دی ہے۔

اب ماحولیاتی تنقید اردو ادب میں کوئی نیا نام نہیں رہا۔ جدید اور کلاسیک ادب کے پارکھ، ادب کے ماحولیاتی جائزے لے رہے ہیں۔ مختلف یونیورسٹیاں، اس موضوع پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر کئی کام کرا چکی اور مزید کام جاری ہیں۔ ماحولیات کو موضوع بنا کر ادبی کانفرنسوں اور سیمیناروں کے انعقاد ہوئے ہیں۔ ماحول اور ادب کے درمیان رشتوں کو دریافت کرنے اور ماحولیاتی مسائل کو اجاگر کرنے اور ان کے حل کے لیے اردو میں باقاعدہ کتب تصنیف ہو رہی ہیں۔ اس موضوع پر سندی کے ساتھ ساتھ غیر سندی تحقیق بھی جاری ہے۔

اردو میں ماحولیاتی تنقید کا باقاعدہ آغاز اکیسویں صدی میں ہوتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں میں ماحولیاتی تنقید کی شعریات فروغ پا لیتی ہیں۔ امریکی دبستان کی نمائندہ ماحولیاتی تنظیم *Association (ASLE) of the study of literature: an environment* کا پاکستان میں ستمبر ۲۰۱۷ء میں افتتاح ہوتا ہے۔ ڈاکٹر منزہ یعقوب کی کوششوں سے پاکستان میں اس گراں قدر تنظیم کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس مقصد کے لیے معروف ماحولیاتی نقاد سکاٹ سلووک (Scot Slovic۔ پ ۱۹۶۰ء) نے پاکستان میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں منعقدہ اس کانفرنس میں صدارتی خطبہ پیش کیا۔[۲۳] سکاٹ سلووک *ASLE* کے پہلے صدر اور ماحولیاتی علوم کے نمایاں رسالے *ISLE* کے مدیر ہیں۔ جرمنی، آسٹریلیا، جنوبی کوریا، جاپان ترکی اور انڈیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں

لیکچر دے چکے ہیں۔ASLE کی ذیلی شاخیں بھی، ان ممالک میں کام کرتے ہوئے مقامی، جغرافیائی اور زمینی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے ماحول اور ادب کا مطالعہ پیش کر رہی ہیں۔

شاہ لطیف یونیورسٹی سندھ کے شعبہ اردو نے ادب اور ماحولیات کے موضوع پر ۲۰۱۷ء میں نومبر کے دوسرے ہفتے میں کانفرنس کا انعقاد کیا۔ جس میں ۲۳ ممالک سے مندوبین نے شرکت کی اور اپنے فکر انگیز مقالات پیش کیے۔ کلیدی خطبہ جرمنی سے آئے ہوئے ماحولیاتی نقاد تھامس اسٹیبر نے دیا تھا۔ اس خطبہ میں انھوں نے ادب اور ماحول پر سیر حاصل گفتگو کی۔ انسان کی طرف سے ترقی کے نام پر ماحول سے روا رکھے گئے کھلواڑ کو بھی موضوع بنایا گیا۔ ڈاکٹر ہائیز ویسلر اور ڈاکٹر ستیہ پال آنند نے بھی خاصے کے مقالے پیش کیے۔ ڈاکٹر تھامس نے ہرمن ہیسے کے ناول سدھارتھ کو ماحول سے جوڑ کر سمندر اور جنگل کے بیچ ماحولیاتی رشتوں کو دریافت کیا۔[۱۴] کانفرنس میں بنگلہ دیش، چین، ایران، مصر، فن لینڈ، ترکی، ڈنمارک، جرمنی اور امریکا سے مندوبین شریک ہوئے۔

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے شعبہ اردو نے ۲۹ فروری ۲۰۲۴ء کو "معاصر ماحولیاتی و ثقافتی بحران اور اردو ادب" کے موضوع ایک روزہ سیمینار کا انعقاد کیا۔ اس سیمینار میں "ادب اور ماحولیاتی و ثقافتی بحران" پر مندوبین نے فکر انگیز مقالات پیش کیے۔ اس سیمینار میں صدارت اور کلیدی خطبہ کی ذمہ داری اردو کے نام ور ماحولیاتی نقاد ڈاکٹر اورنگ زیب نیازی کی تھی۔ کلیدی خطبہ میں انھوں نے ادب ماحول اور ثقافت کی آپسی جڑت اور تال میل پر سیر حاصل اور فکر انگیز گفتگو کی۔ اورنگ زیب نیازی اردو تنقید بالخصوص پاکستان میں ماحولیاتی جان کاری اور ماحولیاتی تنقید کی شعریات کی ترویج و ترقی میں ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر اورنگ زیب نیازی کا اہم کارنامہ ماحولیاتی تنقید: نظریہ اور عمل (منتخب مضامین کے اردو تراجم) ہے۔ انھوں نے شیرل گلاٹ فیلٹی، سکاٹ رسل سینڈر، کرسٹوفر مینز، گلین اے۔ لو، ولیم رو کیرٹ، سکاٹ سلووک، سوئیلن کیمپ بیل، راب نکسن اور گریگ گیرارڈ ایسے جید ماحولیاتی نظریہ سازوں اور ناقدین کے مضامین کے اردو تراجم کیے ہیں۔ اس طور پر اردو داں طبقے کے لیے اصل فکریات سے بلاواسطہ استفادہ کی صورت نکلی ہے۔ اس کتاب نے کئی نو آموز اردو ماحولیاتی ناقدین کی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ ان مضامین کے مطالعہ کے بعد اردو ماحولیاتی ناقدین پر یہ فکر اصل روح کے ساتھ عیاں ہوئی ہے۔ کتاب کے آخر میں مغربی ماحولیاتی مفکرین کے تعارف کے ساتھ اصطلاح سازی بھی کی گئی ہے۔ ان کا یہ کام خاصا اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے پہلے لکھے گئے مضامین ماحولیات اور ماحولیاتی تنقید کی ایسی اصطلاحات سے عاری نظر آتے ہیں۔ اس کتاب کے بعد ماحولیاتی تنقید پر جو بھی سندی اور غیر سندی کام ہوا ہے۔ ڈاکٹر اورنگ زیب نیازی کی وضع کردہ اصطلاحات کو بے دریغ برتا گیا ہے۔ کسی بھی علم و فن کی تعلیم تشریح، ترقی اور توسیع کے لیے

اصطلاحات کا وضع کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ یہ اصطلاحات کسی بھی علم و فن کا محور اور فصاحت و بلاغت کا منبع ہوتی ہیں۔[۱۵] نئی وضع کی گئی اصطلاحات کسی بھی زبان میں علمی و فنی اضافہ ہوتا ہے۔ ان اصطلاحات سے قاری اور لکھاری دونوں مطالب ادا کرنے کے طول و ملائل سے بچ جاتے ہیں۔ ماحولیاتی تنقید کی وضع اصطلاحات کا کام ڈاکٹر اورنگ زیب نیازی کے کام کو خاصا اہم بنا دیتا ہے۔ یہ کتاب ۲۰۱۹ء میں اردو سائنس بورڈ نے ترجمہ کرا کے شائع کی ہے۔ اس وقت کے اردو سائنس بورڈ کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر ناصر عباس نیرؔ اس کتاب سے متعلق لکھتے ہیں:

> "اردو میں ماحولیاتی تنقید پر چند ایک مضامین لکھے گئے ہیں اور اس مکتب کے ضمنی پہلو پر ایک آدھ کتاب بھی سامنے آئی ہے، مگر زیر نظر کتاب میں پہلی مرتبہ اس مکتب نقد کے بنیادی مباحث کو پیش کیا جا رہا ہے۔۔۔ نئی تنقید نظریات کی تفہیم میں نئی اصطلاحات کو رکاوٹ تصور کیا جاتا ہے۔ اس احساس کے پیش نظر ڈاکٹر صاحب نے ماحولیاتی تنقید کی جملہ اہم اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ شامل کی ہے۔۔۔ بنابریں یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب ماحولیاتی تنقید پر ایک بنیادی اور حوالہ جاتی دستاویز کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔"[۱۶]

ڈاکٹر اورنگ زیب نیازی کی دوسری کتاب اردو ادب: ماحولیاتی تناظر ۲۰۲۲ء میں سامنے آئی ہے۔ اردو ادب (شاعری اور فکشن) پر ماحولیاتی شعریات کے عملی اطلاق کی اچھی کاوش ہے۔ مصنف کا موقف بھی یورپی ماحولیاتی ناقدین کی طرح واضح ہے کہ زمین واحد قطعہ ہے جو کہ زندگی کا گھر ہے، جس پر انسان اور دیگر مخلوقات کی بقا ممکن ہے، اس لیے زمین اور اس کے ماحول کی بقا کے لیے انتہائی قدم اٹھانا لازم ہے۔ مصنف ماحولیاتی توازن کی بات کرتا ہے، جس میں انسانوں کے ساتھ ساتھ دیگر مخلوقات اور نباتات و حیوانات اس کرہ ارض کے برابر کے شہری کا درجہ رکھتے ہوں۔ مصنف اپنی اس کتاب کو ماحولیاتی تنقید: نظریہ اور عمل کی توسیع اور اطلاقی جہت قرار دیتا ہے۔[۱۷]

پہلی کتاب کی مانند ان کی اس کتاب کو بھی ادبی و علمی حلقوں نے خاصا سراہا ہے۔ ۲۰۲۲ء کا مولوی عبدالحق قومی ایوارڈ، اکادمی ادبیات پاکستان بھی اس کتاب کو دان کیا جا چکا ہے۔ اس کتاب میں مقدمہ کی صورت میں ماحولیاتی تنقید کے پس منظر، اس کے آغاز و ارتقاء کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ماحولیاتی شعریات کی خصوصیات اور امتیازات کو بھی صراحت سے پیش کیا گیا ہے۔ وہ ماحولیاتی تنقید کو غایت کے اعتبار سے ایک ادبی نظریہ قرار دیتے ہیں جو کہ دو طرح کے سوالات قائم کرتے ہوئے ادبی اور سماجی حیثیت کا تعین کرتا ہے۔ یہ ادب اور فطرت کے بیچ رشتوں کا مطالعہ ہے۔ اس علم کے تحت ادبی تخلیقی تجربے پر طبعی ماحول کے اثرات اور ثقافتی اقدار کے ساتھ ساتھ فطرت کے درمیان تعلق کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ ماحولیاتی تنقید فطرت کی زائدہ ادبی معنیات تک رسائی کی کوشش

کرتی ہے۔ وہ ایک طرف ماحولیاتی تنقید کو ادبی نظریہ قرار دیتے ہیں تو دوسری طرف کسی نظریہ یا تھیوری سے بڑھ کر ایک طرزِ مطالعہ کا نام دیتے ہیں، جو کہ دیگر ادبی اور سماجی، سیاسی نظریات سے ہٹ کر زمین مرکزیت یا ماحول اساسیت سے جڑا ہے۔[۱۸] "اردو ادب میں فطرت کے تصورات" کا جائزہ بیسویں صدی کے وسط سے سرسید کو بنیاد بنا کر لیتے ہیں۔ اس دور میں عقلی فلسفیانہ تصورات کے لیے فطرت کو معروض کے طور پر برتا گیا تھا۔ سرسید کے ہاں تصورِ فطرت کے خاکے میں عقل اور انسانی استدلال کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ سرسید کا جدید نوآبادیاتی فطرت کا تصور عملی طور پر الطاف حسین حالی کے ہاں دکھایا گیا ہے۔ حالی کے مقدمہ شعر و شاعری اور نیچرل شاعری کے تصورات سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے۔ حالی کے تصورِ نیچر یا فطرت سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد حسین آزاد اور امام امداد اثر کو بھی شامل مطالعہ کیا گیا ہے۔ ان کے ہاں ماحولیاتی مطالعات کی بنیاد ڈالی گئی۔ اردو میں رومانوی اور مارکسی تحریکوں کے تحت بھی ماحولیاتی تصورات کا کھوج لگانے کاوش کی گئی ہے۔ حسن عسکری اور ان کے شاگرد سلیم احمد، ڈاکٹر وزیر آغا، گوپی چند نارنگ اور ڈاکٹر ناصر عباس نیرؔ کی نقد و فکر کا ماحولیاتی شعریات کے تحت جائزہ لیا گیا ہے۔

انھوں نے "اردو شاعری: مقامیت اور ماحولیات" کے عنوان کے تحت اردو شاعری کا تین حصوں میں جائزہ لیا ہے۔ پہلے حصے میں کلاسیکی غزل اور جدید نظم کا ماحولیاتی تناظر کے تحت جائزہ لیتے ہیں۔ دوسرے حصہ میں راعیانیت (Postoralism) کو شاعری سے دریافت کیا گیا ہے۔ اس میں وہ شاعری زیر مطالعہ لائی گئی ہے جس میں دیہی زندگی، دیہی زندگی کے مسائل اور مناظر پیش کیے گئے ہوں۔ ماحولیاتی مزاحمت میں ماحول کی حفاظت اور اس کو درپیش چیلنجوں سے نمٹنے اور مسائل کے حل کی بات کی گئی ہے۔ انھوں نے اردو افسانے کو بھی ماحولیاتی شعریات کی روشنی میں پرکھا اور دیکھا ہے۔ مرگِ آب کی کہانی کو چار ناولوں کی صورت میں پیش کر کے، زندگی اور اس زندگی کی بنیاد پر پنپنے والی ثقافت کی موت اور خاتمے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان چار ناولوں میں مستنصر حسین تارڑ کا بہاؤ، آمنہ مفتی کا پانی مر رہا ہے، خالد فتح محمد کا کوہِ گراں اور خالد جاوید کا ایک خنجر پانی میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اردو ادب میں ماحولیاتی تانیثیت اور خالص ہندوستانی ماحولیات کو نوآبادیات کے تناظر میں دیکھا ہے۔ نوآبادکار جہاں اپنی بنائی گئی نوآبادیات کی معیشت، تہذیب و ثقافت اور زبان کو متاثر کرتا ہے وہیں ماحول کو بھی بگاڑتا اور اجاڑتا ہے۔ نوآبادکاروں نے بے ترتیب جنگلات کے مقابلے میں وسیع و عریض سبزہ زار، کمپنی باغ اور تراشیدہ لان متعارف کرائے اور ان کو تہذیب کی علامت کے طور پر پیش کیا۔

ہندوستان میں نہری اور ریلوے نظام نے بھی ماحول پر خاطرہ خواہ اثر ڈالا ہے۔ ریلوے کی پٹڑی بچھانے کے دوران راستے میں آنے والے ان چھوئے بنوں اور درختوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ ریلوے کے لیے پٹڑیاں بچھائی گئیں تو اس لیے بھی لکڑی کے تختوں کی ضرورت درپیش آئی، مخصوص لکڑی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے خاص طرح کے درخت کاٹے گئے۔ ریل کے نظام نے آمدورفت کے عمل کو آسان بنادیا، نو آبادکاروں نے ہندوستان کے جنگلات سے دیودار کی قیمتی لکڑی ہندوستان سے ریل کے راستے اور یہاں آگے آبی راستوں سے یورپ منتقل کی۔ نہری نظام نے جنگلات کو اجاڑ کر زراعت کے فروغ میں اپنا اہم کردار ادا کیا۔ سیاسی اتھل پتھل کے ساتھ ماحولیاتی اتھل پتھل کی طرف اس وقت کے ادبا و شعرا کا ذہن نہیں گیا۔ محمد حسین آزاد اپنے خطبات کے ذریعے مقامی فطرتی مظاہر اور مناظر کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں، مگر ان کی یہ فکر نو آبادیاتی منصوبہ کا حصہ ہے، شاید اس لیے انھیں فطرتی ماحول اور فطرتی مناظر کا بدلتا منظر نامہ نظر نہیں آتا۔ اکبر الہ آبادی کے ہاں مغرب کے خلاف مزاحیہ وطنزیہ طرز کی شاعری میں واضح مزاحمت موجود ہے، مگر ان کے ہاں ماحولیاتی شعور مفقود ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اورنگ زیب نیازی لکھتے ہیں:

> ”اکبر کی یہ مزاحمت مشینی تہذیب اور نو آبادیاتی جدیدیت کے خلاف تھی، اس میں ماحولیاتی نو آبادیات کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ انگریزوں نے کون سے نئے جانور، درخت اور پودے یہاں متعارف کرائے اور ان کی وجہ سے مقامی حیات پر کیا اثرات مرتب ہوئے۔ یہ الگ سے تحقیق طلب موضوع ہے۔ تاہم ہمارے سامنے کے زمینی حقائق اور مناظر جدید تہذیب کے ہاتھوں بے دخل کی گئی مقامی حیات کا نوحہ ضرور بناتے ہیں۔ ثروت حسین کا یہ شعر ماحولیاتی نو آبادیات کی ایک سادہ تصویر بھی ہے اور ماضی کی دکھ بھری یاد بھی:
>
> ترے بدیسی پھول، مجھ کو نہیں قبول — کیکر اور ببول، صحراؤں کے رسول“[19]

امداد امام اثر پہلے ماحولیاتی مفکر اور نقاد ہیں جنھوں نے خالص ماحولیاتی طرز پر سوچا، لکھا اور ادب کا جائزہ لیا ہے۔ امداد امام اثر اپنی تصانیف کیمیائے زراعت اور کتاب الاثمار میں مقامی پودوں اور باہر سے نو آبادکار پودوں کے ہمارے ماحول پر مرتبہ اثرات کا جائزہ لیتے ہیں۔ وہ امریکی نظام زراعت اپنانے کے سرے سے مخالف تھے۔ امریکی طرز زراعت میں زمین اپنا توازن کھو دیتی ہے اور زرخیزی ختم ہو جاتی ہے۔ وہ مغربی جدید ہل کی بجائے ہندوستانی ساختہ ہل کو زمین کے لیے مناسب اور سود مند جانتے ہیں۔ ولائتی نسل کے بیلوں کے مقابلے ہندوستانی بیلوں کو زیادہ محنتی اور جفاکش قرار دیتے ہیں۔[20] ان میں مقامی آب و ہوا کو برداشت کرنے کی صلاحیت کافی زیادہ ہوتی ہے۔

اردو شاعری کا ماحولیاتی مطالعہ(۲۰۲۳ء)عبداللہ نعیم رسول کی تصنیف ہے۔ انھوں نے اس کتاب میں ماحول، قدرتی ماحول اور ماحولیاتی تنقید کی تفہیم کے ساتھ ساتھ، اس کے دائرہ کار کا جائزہ بھی لیا ہے۔ ماحولیات کے معنی و مفہوم کو متعین کرنے کے لیے انگریزی لغات اور اصطلاحات سازی کی کتب کا سہارا لیا گیا ہے۔ انھوں نے ماحولیات کا دیگر علوم سے تال میل کا جائزہ لیتے ہوئے سماجی ماحولیات، مارکسی ماحولیات اور ماحولیاتی تانیثیت کا مختصراً تجزیہ کیا ہے۔ ماحول اور اس کی حفاظت کے مختلف تصورات مذہبِ اسلام، یہودیت، عیسائیت اور ہندو ازم و بدھ مت سے لے کر زیر بحث لائے ہیں۔ زمینی، فضائی اور آبی آلودگی کے مسائل کو الگ سے بیان کیا گیا ہے، کیونکہ آگے چل کر ان تینوں مسائل پر ان کی تحقیق کی بنیاد کھڑی ہوتی ہے۔ تحفظ ماحول کی تحریکوں اور اداروں کا بھی تعارف کرایا گیا ہے کہ وہ کس طور پر اپنے فرائض منصبی سر انجام دے رہے ہیں۔ آگے چل کر انھوں نے اردو شاعری کو زمینی ماحولیات، فضائی ماحولیات اور آبی ماحولیات کے تناظرات میں الگ الگ ابوب کی شکل میں دیکھا ہے۔ انھوں نے اس مقصد کے لیے جدید شعرا کا انتخاب کیا ہے جن میں احمد فراز، احمد مشتاق، انور مسعود، انور شعور، افضل گوہر، افضال احمد، افضل خان، ادریس بابر، بلقیس ظفیر الحسن، جان نثار اختر، حسن جاوید، خوشی محمد ناظر، رئیس فروغ، سلیم کوثر، سعید دوستی، سعید الظفر صدیقی، شہاب صفدر، شہزاد احمد، شکیب جلالی، شاہد زکی، دانش شفیع حیدر صدیقی، شاکر کنڈان، ضمیر جعفری، علی اکبر عباس، عباس تابش، علامہ محمد اقبال، مولوی محمد اسلم، ماجد صدیقی، مجید امجد، وغیرہ شامل ہیں۔

عبداللہ نے ماحولیاتی بگاڑ کو مابعد جدید عہد کی سائنسی ٹیکنالوجی کے بے دریغ استعمال سے جوڑ کر مضمون "اردو شاعری، زمینی ماحولیات کے تناظر میں" دیکھا ہے۔ اس ٹیکنالوجی نے ہماری زندگیوں کو بھی ہائپر رئیل بنا دیا ہے۔ مصنف مابعد جدیدیت سے متاثر نظر آتا ہے جو کہ جدید کلچر کے خلاف ہے اور اس کے مقابلے میں خانہ بدوشیت(Deterritorialization) کے حق میں ہے۔[۱۲] اردو شاعری کو فطرت سے ماحولیات کی طرف محو سفر دکھایا گیا ہے۔ فطرت اور فطرتی مناظر نظیر اکبر آبادی اور ان کے بعد انجمن پنجاب کے زیر اثر کی جانے والی شاعری اس کی مثالیں ہیں۔ اقبال کی کچھ نظموں کو بھی اس شمار میں رکھا جا سکتا ہے۔ اردو نظم مجید امجد تک آتے آتے مکمل طور پر ماحولیاتی شعور سے لبریز نظر آتی ہے۔ قدرتی ماحولیاتی تبدیلیاں یا قدرتی آفات کو بھی ماحولیاتی فلسفہ میں سے دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ماحول جہاں انسان اور انسانی تہذیب پر اثر انداز ہوتا ہے وہیں انسانی تہذیب و تمدن بھی ماحول پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ ماحولیاتی فلسفہ، ماحولیاتی تبدیلیوں اور بگاڑ کا بڑا سبب انسان کو ہی جانتا ہے۔ انسان نے زمین کو مختلف طرح کی غلاظتوں سے بھر دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ دنیا آہن میں ڈھلتی جاتی ہے۔ ہر طرف زمین پر

مشینوں کا ہی راج دکھتا ہے۔ ''اردو شاعری فضائی ماحولیات کے تناظر میں'' فضا میں پھیلے گرد و غبار، سموگ یا دھواں اور ان کے اثرات کو شاعری سے دریافت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

''فضائی آلودگی میں سب سے مضر عنصر دھواں ہے۔ سگریٹوں، مزائلوں، چمنیوں، گاڑیوں اور فیکٹریوں سے نکلتے دھوئیں نے فضائی ماحول کو سب سے زیادہ آلودہ اور متعفن کیا۔ فضائی آلودگی کی وجہ گرد و غبار میں شامل وہ گیسیں بھی ہیں جو گاڑیوں کے سیلنسروں سے خارج ہوتی ہیں۔

سر پر دھوئیں کی لہر ہے اور ہم ہیں دوستو! آلودگی کا زہر ہے اور ہم ہیں دوستو!''[۲۲]

بارودی دھماکوں کے فضائی زمینی اور آبی ماحول پر نہایت مضر اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اس حوالے سے امریکہ کی طرف سے جاپان کے شہروں ہیروشیما اور ناگاساگی پر کیے گئے ایٹمی حملوں کے ماحول پر اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اوزون میں پیدا ہونے والے شگاف ایک اہم ماحولیاتی مسئلہ ہے۔ اردو شاعری اس مسئلہ کو بھی موضوع بناتی ہے۔ ''اردو شاعری آبی ماحولیات کے تناظر میں'' بھی لکھی گئی ہے، اس باب میں ایسی ہی شاعری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پانی کی اہمیت انسانی زندگی میں بہت زیادہ ہے۔ پانی کے بغیر زندگی کے وجود کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ ہوا اور پانی قدرت کے دو انمول عطیے ہیں جو ہر ایک کو وافر اور خالص میسر ہوتے تھے۔ حضرت انسان نے ان کو بھی آلودہ کر دیا ہے۔ زیر زمین پانی ہو یا بالائے زمین، اب خالص اور آلودگیوں سے پاک نہیں رہا ہے۔ ان آلودگیوں سے آبی مخلوقات کی بقاء کو خطرات لاحق ہیں۔ کئی مخلوقات صفحہ ہستی سے معدوم ہو چکی ہیں۔ اردو شاعری آبی آلودگیوں اور ایسے کئی مسائل کو خاطر خواہ موضوع بناتی ہے۔ ڈاکٹر شاکر کنڈان، عبد اللہ نعیم رسول کی اس کاوش کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے اردو ادب میں ماحولیات پر لکھی جانے والی اولین کتب میں سے ایک اہم کتاب قرار دیتے ہیں۔[۲۳] اردو شاعری کے ماحولیاتی جائزے کے اعتبار سے یہ پہلی کتاب بن کر سامنے آتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مصنف کا دائرہ کار خاصا محدود ہے۔ شاعری کے ماحولیاتی مطالعات سطحیت کے حامل ہیں، دوران مطالعہ جس کا جابجا احساس ہوتا ہے۔

ڈاکٹر اشرف جاوید ملک نے پاکستانی اردو نظم کے ماحولیاتی تناظر پر پی ایچ ڈی کیا ہے اور وہ اردو میں ماحولیات پر پہلا پی ایچ ڈی ہونے کے دعویدار ہیں۔ اب ماحولیات پر کوالالمپور (ملیشیا) سے پوسٹ ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔ ان کا مقالہ ''پاکستانی اردو نظم: ماحولیاتی تناظر'' (۱۹۴۷ء۔ ۲۰۲۰ء) ماحول، ماحولیات اور اس سے جڑے تمام مباحث کو موضوع بحث بناتا ہے۔ ماحولیات کی دیگر علوم سے جڑت اور تعلق کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ ماحولیاتی فلسفہ دیگر فکریات سے روشنی لے کر اپنے فکری دامن کو کس طور پر وسعت عطاء کر رہا ہے؟ انھوں نے ''اردو ادب کی

روایت میں ماحولیات'' کا جائزہ آغاز سے ۱۹۴۷ء تک لیا ہے۔ وہ لوک ادب سے لے کر قیام پاکستان سے پہلے امیر خسرو، نظیر اکبر آبادی، مولانا الطاف حسین، محمد حسین آزاد، علامہ اقبال، ن م راشد، میرا جی سے مجید امجد تک کے شعرا کی شاعری میں ماحولیاتی عناصر کی تلاش کی جستجو کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ امیر خسرو کو پہلا ایکو فیمینزمی شاعر قرار دیتے ہیں۔ ان کی شاعری میں لڑکیاں بالیاں پنگھٹ سے پانی بھرتی اور باغوں میں جھولے جھولتی ہوئی دیکھی جاسکتی ہیں۔ انھیں امیر خسرو کے کلام میں ساون کے مہینے میں رس بھرے آموں کے پیڑوں پر کوئلوں کی من بھاتی آوازیں ہر سمت سے سنائی دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ ساون کا جوبن اور بوندوں کی ٹپ ٹپ تک امیر خسرو کے کلام میں سنی جاسکتی ہیں۔[۲۴] انھوں نے امیر خسرو کو ان کے عہد کے سماجی ماحول میں دیکھا ہے۔ سودا کے شہر آشوبوں کو شہری ماحولیات اور نظیر اکبر آبادی کی نظموں کو سماجی ماحولیات میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میر حسن کی سحرالبیان کی منظر نگاری (Landscape) انھیں ماحولیات کے قریب لے جاتی ہے۔ ڈاکٹر اشرف جاوید ملک اکثر ایسی شعری مثالیں پیش کر جاتے ہیں جو کہ ماحولیات سے لگا نہیں کھاتیں۔ وہ نواب مرزا شوق کو ایکو فیمنسٹ قرار دیتے ہوئے درج ذیل اشعار سے اپنے تھیسس کی تائید چاہتے ہیں:

عشق سے کون ہے بشر خالی　　کر دیئے جس نے گھر کے گھر خالی
پڑتے ہیں اس میں جان کے لالے　　ڈالتا ہے جگر میں بت خانے[۲۵]

ان اشعار میں نہ تو فیمینزم ہے اور نہ ہی ایکالوجی نظر آتی ہے، خبر نہیں کہ کیونکر انھیں ان اشعار میں ایکو فیمینزم نظر آیا ہے۔ ماحولیاتی فلسفہ اردو شاعری میں منظر نگاری اور ماحول کو بلاواسطہ بنائے گئے موضوع کو اہمیت دیتا ہے۔ اگر علامتاً، استعارتاً اور تشبیہاً فطرت کے اجزا کا بیان ہو گا تو وہ ماحولیات کی حدود میں نہیں آئے گا۔ ہماری پوری شاعری گل و بلبل کی حکایات کے بیان سے پر ہے۔ یوں تو ہر دوسرا شعر ماحولیات کے زمرے میں شامل ہو جائے۔ ذوق کا ماحولیاتی مطالعہ ان کے قصائد کی بہاریہ اور برساتیہ تشبیہوں کو لے کر عمدگی سے کیا جاسکتا تھا۔ اس طرف فاضل محقق کی نظر نہیں گئی۔ انیس کے مراثی کا ماحولیاتی جائزہ صدمات کے نام سے لیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے صرف دو صفحات مختص کیے ہیں، حالانکہ مراثی انیس کا ماحولیاتی تجزیہ ایک الگ باب کا متقاضی تھا۔ حالی کے مطالعہ میں انھیں انسانی ماحولیات پسند قرار دیتے ہیں، جو کہ تمام انسانیت کو ایک ساتھ جوڑتا ہے۔ فاضل مصنف حالی کے باب میں بھی ماحولیات یا فطرت نگاری کے حوالے سے حالی کی شاعری میں سے کوئی بھی خالص ماحولیاتی حوالہ پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

جہاں پاکستانی اردو نظم کو ماحولیاتی تناظر میں دیکھنے کے لیے ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۰ء کا انتخاب کرتے ہیں تو اس باب میں وہ ایسے شعرا کو شامل کرتے ہیں جن کے مطبوعہ کلام تک انھیں رسائی مل پائی ہے۔ ان میں سر فہرست قیوم نظر ہیں۔ ان کی نظم نگاری کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"ان کی نظم، 'بلبل کا بچہ کھاتا تھا کھچڑی' بچوں کو فطرت کے قریب لاتی ہے۔ 'جوانی'، 'بے بسی'، 'جہاں میں ہوں'، 'عشق گریزاں'، 'تاثر خلش' اور 'جب چاند چمکنے لگتا ہے' میں ہم بدلتے ہوئے موسموں جنگلی حیاتیات، اور فطری جمالیات کا نظارہ کرتے ہیں۔"[۲۶]

اختر جعفری کی نظم کو جنگ اور ماتم کی ماحولیات اور ماحولیاتی بے چینی کے بعد کی صورت حال سے دیکھتے ہیں۔ بیدل حیدری کی نظم نگاری کو سماجی اور معاشی ماحولیات کے موضوعات سے دریافت کرتے ہیں۔ علی سردار جعفری کی شاعری کو سماجی انصاف کے ماحول سے جوڑتے ہیں۔[۲۷] جو اشعار انھوں نے مثال کے طور پر دیئے ہیں، ان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ انصاف کا ماحول پیدا کرنے کی بات ہو رہی ہے نہ کہ ماحولیات (Ecology) کی۔ ان اشعار میں استبداد کے خلاف اور ناانصافی کے خلاف اکسایا جا رہا ہے نہ کہ ماحولیاتی توازن پر کہیں زور دیا جا رہا ہے۔ فاضل محقق کے ماحول اور ماحولیات پر شاعری کو پرکھنے کے اپنے معیارات ہیں۔

۱۹۷۰ء سے ۲۰۲۰ء کی پاکستانی اردو نظم کو الگ سے ماحولیاتی تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس باب میں بھی دیگر ماحولیاتی ناقدین کی طرح اردو میں ماحولیاتی تنقید کی تنگ دامنی پر شکوہ کناں نظر آتے ہیں۔ مصطفیٰ زیدی کی نظم میں انھیں واقعاتی منظر نگاری اور رومانویت سے سجا ماحول اپنی طرف کھینچتا ہے۔ منیر نیازی کے ہاں انھیں موسموں کے بدلاؤ کی ماحولیات نظر آتی ہے۔ قتیل شفائی کی نظم 'چھلکے' کا حوالہ دیتے ہیں جس میں سماجی اور معاشی ماحول کی ابتری کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ فاضل محقق ماحول یا ماحولیات (Ecology) کے تصور سے بھی ابھی تک ناآشنا ہیں۔ جس کی واضح مثال احمد فراز کی نظم "مت قتل کرو آوازوں کو" ہے۔ اس نظم میں انھیں ثقافتی ماحولیات نظر آتی ہے۔ ثقافتی ماحولیات میں ماحول اور ثقافت کا رشتہ جوڑا یا تلاشا جاتا ہے۔ احمد فراز کے یہ انقلابی اشعار ہیں جن سے ایکالوجی کی دریافت انھیں کمال کا ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی شخص جو ایکالوجی کی تھوڑی بہت شدبدھ بھی رکھتا ہو تو ان اشعار سے بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ فاضل محقق ماحولیاتی فکر سے کس قدر ناآشنا ہیں۔

تم اپنے عقیدوں کے نیزے　　ہر دل میں اتارے جاتے ہو
ہم لوگ محبت والے ہیں　　تم خنجر کیوں لہراتے ہو[۲۷]

ناصر کاظمی کی نظموں: نشاطِ خواب، بارش کی دعا، تو ہے میری زندگی، آج تیری یادوں کا دن اور اے ارض وطن کو ماحولیاتی پڑھت کے اعتبار سے ان کی بہترین شاعری میں شمار کرتے ہیں۔ نظم بارش کی دعا کو موسمیاتی تبدیلی کی ماحولیات کی نمائندہ نظم قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر اشرف جاوید ملک نے ماحولیاتی تنقید کے باب میں نئی نئی اصطلاحات برتی ہیں جو کہ ان سے پہلے اور بعد کے ناقدین کے ہاں نہیں ملتیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ اصطلاحات ان کے ذہن رسا کی تخلیق ہیں، جن میں موسمی تبدیلی کی ماحولیات، ماتم کی ماحولیات، سماجی انصاف کی ماحولیات، رومانویت کی ماحولیات، بے بسی کی ماحولیات اور بے چینی کی ماحولیات وغیرہ شامل ہیں۔ شاید اسی بنا پر ان کے اس کام کو آنے والے عہد میں ماحولیاتی تحقیق و تنقید کی روایت میں اہمیت کا حامل قرار دیا گیا ہے، جو اپنا خاص اور منفرد مقام کا حامل ہو گا۔[۲۸] سندی کام کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں، جہاں موضوع خاصا وسعت کا حامل ہے، وہیں سطحیت نے بھی مصنف کو آلیا ہے۔ یہ ان کی تن آسانی کہیں یا موضوع کی وسعت، وہ ہر شاعر کا ماحولیاتی اعتبار سے مطالعہ کرتے ہوئے سرسری گزر جانے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اردو میں ماحولیاتی تنقید کا آغاز کل کی بات ہے۔ ایک ڈیڑھ عشرے میں اس کلامیے نے اپنی جگہ بنالی ہے۔ ۲۰۱۷ء میں ڈاکٹر صوفیہ یوسف کا مقالہ "حجاب کا ناول پاگل خانہ اور ماحولیاتی تنقید" سامنے آتا ہے۔ یہ مقالہ شاہ عبداللطیف یونیورسٹی میں ہونے والی ماحولیاتی کانفرنس کے لیے لکھا گیا تھا۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیّر کا مقالہ جی سی یونیورسٹی لاہور کے تحقیقی مجلہ تحقیق نامہ کے دسمبر ۲۰۱۷ء کے شمارے میں نظر آتا ہے۔ اس مقالہ کا عنوان "ماحولیاتی تنقید: انتظار حسین کے افسانوں کے تناظر میں" ہے، جس میں ماحولیات اور بشر مرکزیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور انتظار حسین کے افسانوں کو اس حوالے سے پڑھا گیا ہے۔

ہندوستان میں پاکستان سے پہلے ماحولیاتی ڈسکورس کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اکیسویں صدی کے دوسرے عشرے کے آغاز ہی سے کئی ناقدین کے مقالات نظر آتے ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں ڈاکٹر مولا بخش کا مضمون سرینگر، جموں وکشمیر اکیڈمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز کے رسالے ہمارا ادب میں "ماحولیاتی تنقید: نیا تنقیدی مخاطبہ" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ ان کا دوسرا مقالہ "میر انیس اور ماحولیاتی تنقید" ہے۔ اس مقالہ میں انھوں نے مراثی انیس کا جائزہ ماحولیاتی اعتبار سے لیا ہے۔ ۲۰۱۲ء میں پروفیسر عتیق اللہ کا ایک مقالہ بعنوان "پروین شیر کی شاعری: ایک ماحولیاتی مطالعہ" جدید ادب کے شمارہ نمبر ۱۸ میں نظر آتا ہے۔ انھوں نے مرد مرکز سماج کو رد کرتے ہوئے، عورت اور فطرت کے استحصال کا ذمہ دار بیک وقت مرد کو قرار دیا ہے۔

ماحولیات اور فیمینزم ایک اہم موضوع ہے۔ اسے ماحولیاتی تانیثیت (Ecofeminism) سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ۲۰۱۶ء میں اس موضوع پر نسترن احسن فتیحی نے ایک کتاب لکھی۔ ہندوستان بلکہ اردو تنقید میں ماحولیات کے موضوع پر پہلی باقاعدہ کتاب ہے۔ ایکو فیمینزم اور عصری تانیثی اردو افسانہ کے عنوان سے، اس کتاب میں اردو افسانے کا تانیثی جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب کا پیش لفظ فکر انگیز اور مدلل ہے جو کہ فرخ ندیم نے لکھا ہے۔ وہ ایکو فیمینزم اور لبرل فیمینزم میں فرق کرتے ہیں۔ ایکو فیمینزم لبرل فیمینزم کی طرح عورت کی بغاوت کی بجائے کھیت اور کھیتوں کی اہمیت کو عورت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ وہ نیچر، عورت اور کمزور کے بیچ ایک تثلیث قائم کرتے ہیں جس میں لازمیت اور ابدیت کو سٹیریو ٹائپ کرتے ہیں۔[۲۹] پہلا باب ایکو فیمینزم کے نظری مباحث پر مشتمل ہے۔ ایکو فیمینزم کو حقوقِ نسواں کی مختلف تحریکوں جیسا کہ تحریک امن، خواتین کی صحت، ماحولیاتی تحریکوں میں سے قرار دیتی ہیں۔ اس سے متعلق مزید لکھتی ہیں: ''ایکو فیمینزم کے فلسفیانہ اساس کا ماننا ہے کہ وہ قوتیں جو نسل، طبقاتی، فرق، صنفی یا جنسی فرق اور جسمانی صلاحیتوں کے اعتبار سے استحصال کرتی ہیں۔ وہ فطرت کے استحصال سے بھی گریز نہیں کرتیں۔''[۳۰]

انھوں نے خواتین کے تحفظ، ان کے حقوق اور بہبود کے لیے آواز اٹھانے والی تمام تحریکوں اور تنظیموں کا تاریخی اور ارتقائی جائزہ لیا ہے۔ وہ انقلابِ فرانس اور انقلابِ روس کے بعد کی خواتین تحریکوں کا جائزہ لیتی ہیں۔ انقلابات نے عورت سے متعلق سوچ اور اس کی صورت حال کو تو بدلا ہے، مگر فطرت اور عورت کا استحصال جوں کا توں ہے۔ تیسری دنیا کے پدر سری سماج میں عورت اور فطرت کے استحصال کی صورت حال مزید دگرگوں نظر آتی ہے۔ مردانہ حاکمیت کے حامل معاشرے میں غریب اور محنت کش عورت دہرے استحصال کا شکار نظر آتی ہے جب کہ ایکو فیمینزم یا ماحولیاتی مادیت کی نظریاتی اور سماجی تحریک نے عورت اور مرد کا فرق مٹایا ہے۔ ان دو جنسوں نے قدرتی اور ذاتی فرق کو واضح کیا ہے، کیونکہ اس نظریے میں عورت اور مرد انسانی لحاظ سے برابر ہیں لیکن جسمانی اور جذباتی اعتبار سے مختلف ہیں۔ بعض مقامات پر ایکو فیمینزم مرد و خواتین کو حقوق اور مزاج کے اعتبار سے مختلف قرار دیتی ہے۔[۳۱] ایکو فیمینزم کی اس اصطلاح کو ماحولیاتی تنقید (Ecocriticism) کی ایک ذیلی شاخ قرار دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ماحولیاتی تنقید اور ماحولیاتی تانیثیت پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ایکو فیمینزم فکر کا ادبی تنقیدی حیثیت سے بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ ماحول اور ماحولیاتی آلودگی کے لیے بننے والی تحریکوں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ جن میں چپکو تحریک، گرین بیلٹ تحریک، چائنہ کی گنگ شی آن گرین پروجیکٹ تحریک اور نودانیہ تحریک شامل ہیں۔ ان ماحولیات کی تحریکوں سے جڑی خواتین کو بھی منظر پر لایا گیا ہے۔

ایکو فیمینزم اور عصری تانیثی اردو افسانہ میں لوک ادب اور ماحولیات کا گہرا رشتہ تلاشا گیا ہے۔ سرائیکی شاعر خواجہ غلام فرید کی کافی ”پیلوں پکیاں نی“ کو بطور نمونہ کلام پیش گیا، حالانکہ خواجہ غلام فرید کی شاعری لوک ادب میں نہیں آتی۔ مزید بر آں اس کتاب میں اردو ادب کا ماحولیاتی جائزہ لیا گیا ہے۔ انھوں نے اپنا یہ جائزہ شاعری تک محدود رکھا ہے۔ دوسرے باب میں عصری اردو افسانے کا ایکو فیمینزم کے تصور کے تحت جائزہ لیا گیا ہے۔ وہ اس باب میں مرکزی سوال قائم کرتی ہیں کہ فکشن میں ایکو فیمینزم کا ڈسکورس معاشرے میں مرد، عورت اور ماحول کے درمیان آپسی تعلق کو تعمیر کرنے میں اثر انداز ہوا ہے؟ اردو فکشن کے جائزے کے بعد انھیں اس کا جواب نہ میں ملتا ہے۔

آخر میں انھوں نے کچھ خواتین افسانہ نگاروں کے ایسے افسانوں کا انتخاب پیش کیا ہے جو ماحول عورت اور ادب کے تعلق کو واضح کرتا ہے۔ ان میں سبین علی کا افسانہ 'کتن والی' سلمٰی جیلانی کا 'عشق پیچاں'، ترنم ریاض کا 'مجسمہ'، عینی علی کا 'کنول پوش اور تاجر'، غزال ضیغم کا 'شکنتلا'، ڈاکٹر کوثر جمال کا 'اہتمام'، نسیم سید کا 'چراغ آفریدم'، عذرا نقوی کا 'بوگن ویلیا کی اوٹ سے'، نگار عظیم کا 'ایکوریم'، شافع قدوائی کا 'صدیوں نے سزا پائی'، ڈاکٹر نگہت نسیم کا 'بیل فلاور'، شاہین کاظمی کا 'پانچواں موسم'، سیمیں درانی کا 'وجود'، نسترن احسن فتیحی کا 'نسل'، ڈاکٹر ناہید اختر کا 'ماں، پیڑ اور چھاؤں'، نور العین ساحرہ کا 'اسلومین'، شہناز یوسف کا 'نیم کا پیڑ' اور رومارضوی کا 'گوہر فروش' شامل ہیں۔ آخر میں ان افسانوں کا تجزیاتی جائزہ پیش کیا ہے جو ماحولیاتی تانیثیت اور عصری تانیثی افسانے کے عنوان سے لکھے گئے ہیں۔ یہ افسانے جہاں ماحول کو موضوع بناتے ہیں وہیں عورت کو بھی ان افسانوں میں اہمیت دی گئی ہے۔ ان افسانوں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ماحولیات اور فطرت کی تباہ کاری ہمارے فکشن کا اولین موضوع بن رہے ہیں۔

۲۰۱۶ء میں ہی سبین علی کی ادارت میں دیدبان کا ماحولیاتی تنقید کا خصوصی شمارہ نمبر ۳ سامنے آتا ہے۔ اس شمارے میں خاصے کی چیز مدیرہ کا لکھا ہوا اداریہ ہے۔ اس شمارے کو مارچ ۲۰۱۸ء میں آن لائن کیا گیا ہے۔ اس اداریے کا عنوان ”ماحولیاتی ادب اور تنقید“ ہے۔ اداریے میں ماحول اور ماحولیاتی مطالعات کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ ماحولیاتی ادب اور ماحولیاتی تنقید پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بڑھتی ماحولیاتی آلودگی اور حیاتیات و نباتات کی بقا کو لاحق خطرات سے بھی آگاہ کیا گیا ہے۔ اس خصوصی شمارے کا مقصد اس طور پر واضح کیا گیا ہے:

> ”دیدبان کے ماحولیاتی ادب پر خاص نمبر نکالنے کا مقصد یہ تھا کہ نہ صرف ادباء مصنفین و شعرا میں اس موضوع کی مناسبت سے لکھنے کی تحریک پیدا کی جائے، بلکہ ایکو فیمینزم کے ذیل میں تنقیدی مضامین و مقالہ جات بھی ایک جگہ جمع کیے جاسکیں۔“[۳۲]

اس شمارے میں شامل تمام تحریریں ماحولیات کے ذیل میں تو نہیں آتیں۔ کچھ تحریریں اس موضوع سے متعلق ضرور ہیں۔ نسترن احسن فتیحی کی ایکوفیمینزم اور عصری تانیثی اردو افسانہ کو اردو ادب میں ماحولیات کی پہلی لہر قرار دیا گیا ہے۔ اس کتاب پر زیرِ نظر شمارے میں محمد علم اللہ کا تبصرہ بھی شامل ہے۔

اردو تنقید و ادب میں ماحولیات ایک ڈسپلن اور مکتبہ فکر کی حیثیت اختیار کر رہا ہے۔ اس فکر نے جس قدر تیزی سی جگہ بنائی ہے، ماضی میں کوئی فکر و فلسفہ، اس قدر تیزی سے اپنی جگہ بناتا نظر نہیں آیا۔ اس موضوع کے حوالے سے بہت کچھ پڑھا اور لکھا جا رہا ہے۔ سندی اور غیر سندی تحقیق کا سلسلہ ہنوز جاری ہے (اس کا معیاری اور غیر معیاری ہونا ایک الگ موضوع ہے) اس موضوع پر اردو ادب کے تین پی ایچ ڈی کے مقالات مکمل ہو چکے ہیں اور اس سے زیادہ زیرِ تحقیق ہیں۔ ماحولیات کو موضوع بنا کر ایم فل اور بی ایس کے مقالات لکھنے والوں کی تعداد بیسیوں ہے۔ ہنوز یہ کام جاری و ساری ہے۔ ایک فطرتی ڈسکورس کا اردو میں جگہ بنانا اور اہم مقام پانا خوش آئند ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ اورنگ زیب نیازی، ڈاکٹر، ماحولیاتی تنقید: نظریہ اور عمل (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۹ء)، ص ۲۳۹

۲۔ گریگ گیرارڈ (Greg Garrad)، *Ecocriticism* (لندن: روٹ لیج، ۲۰۰۴ء)، ص ۲۱

۳۔ کارل کروبر کے مقالے کا اصل عنوان: *Home at Grosmere: Ecological Holiness* ہے۔ اورنگ زیب نیازی نے اپنے مقالہ "ماحولیاتی تنقید: پس منظر آغاز و امتیازات"، مشمولہ: بنیاد، جلد نمبر ۱۰، ۲۰۱۹ء کے شمارے میں پیٹر بیری کی کتاب محولہ زیریں سے استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے بھی Holinem درج کیا ہے۔ ایک اور مقالہ جو محمد اسحاق نے "اردو میں ماحولیاتی تنقید کے بنیادی مباحث کا تنقیدی جائزہ" کے عنوان سے تحریر کیا ہے، وہ حرف و سخن کی جلد ۸ اور شمارہ نمبر ا میں ۲۰۲۴ء کو شائع ہوا ہے۔ انھوں نے Holiness کو Holinem سے Honlinem بنا دیا ہے۔ اس مقالہ میں نہ تو پیٹر یری بیری کا حوالہ ہے اور نہ ہی اورنگ زیب نیازی کے مذکورہ بالا مقالے کا۔ پتہ نہیں انھوں نے کس مصدر پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ کارل کروبر پر تبصرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اورنگ زیب نیازی کا مذکورہ بالا مقالہ ہی زیر نظر ہے۔ کروبر کے مقالہ کا سن تصنیف ۱۹۴۷ء ہے جب کہ فاضل محقق نے ۱۹۴۷ء سال تصنیف درج کیا ہے۔ فاضل محقق نے مختلف ویب گاہوں پر موجود مضامین اور دیگر مواد پر بھی ہاتھ صاف کیے ہیں، ان ماخذ کا حوالہ دینا تو در کنار نام لینا تک گوارا نہیں کیا۔

۴۔ پیٹر بیری، بنیادی تنقیدی تصورات: تھیئری / تناظرات (نئی دہلی: براؤن بک پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء)، ص ۲۵۳

۵۔ کارل کروبر، (Karl Kroeber) *Home at Grasmere: Ecological Holiness*، مشمولہ: *PMLA* (امریکہ: کیمبرج یونیورسٹی پریس، دسمبر ۲۰۲۰ء)، ص ۱۳۲

۶۔ ولیم رو کیرٹ، ادب اور ماحولیات (ماحولیاتی تنقید میں ایک تجربہ)، مترجم: ڈاکٹر اورنگ زیب نیازی، مشمولہ: ماحولیاتی تنقید: نظریہ اور عمل (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۹ء)، ص ۹۴

۷۔ شیرل گلاٹ فیلٹی، ماحولیاتی تنقید: آغاز وارتقا اور امکانات، مشمولہ ماحولیاتی تنقید: نظریہ اور عمل، ص ۱۴

۸۔ عرفان حیدر، محمد، ناہید اختر وغیرہ، مغرب میں ماحولیاتی تنقید: آغاز و ارتقا، مشمولہ جہانِ تحقیق (جلد نمبر ۳، شمارہ نمبر ۲، ۲۰۲۲ء)، ص ۴۲

۹۔ شیرل گلاٹ فیلٹی، ماحولیاتی تنقید: آغاز وارتقا اور امکانات،، ص ۱۵

۱۰۔ اورنگ زیب نیازی، ماحولیاتی تنقید: پس منظر، آغاز اور امتیازات، مشمولہ بنیاد، جلد نمبر ۱۰ (لاہور: لمز یونیورسٹی، ۲۰۱۹ء)، ص ۱۸، ۱۹

۱۱۔ عرفان حیدر، محمد، ناہید اختر وغیرہ، مغرب میں ماحولیاتی تنقید: آغاز وارتقا، ص ۴۲، ۴۴

۱۲۔ پیٹر بیری، بنیادی تنقیدی تصورات: تھیئری / تناظرات، ص ۲۵۷

۱۳۔ عرفان حیدر، محمد، ناہید اختر وغیرہ، مغرب میں ماحولیاتی تنقید: آغاز وارتقا، ص ۴۲

۱۴۔ زاہدہ حنا، خیرپور میں تین دن، مزید مطالعہ کے لیے ملاحظ ہو:
https://www.express.pk/story/1001691

۱۵۔ سلیم فارانی، ڈاکٹر، اصطلاحی غور و فکر، مشمولہ اصطلاح سازی: تاریخ، مسائل، مباحث، مرتبہ: ڈاکٹر سلیم اختر (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۲۹

۱۶۔ مشمولہ ماحولیاتی تنقید: نظریہ اور عمل، ص ۵، ۶

۱۷۔ ڈاکٹر اورنگ زیب نیازی، اردو ادب: ماحولیاتی تناظر (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۲ء)، ص ۸

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۳

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۵۰

۲۰۔ امداد امام اثر، کیمیائے زراعت (لاہور: کارخانہ پیسہ اخبار، خادم التعلیم پریس، ۱۹۰۴ء)، ص ۹۰

۲۱۔ عبداللہ نعیم رسول، اردو شاعری کا ماحولیاتی مطالعہ (سرگودھا: عقیدت پبلی کیشنز، ۲۰۲۳ء)، ص ۶۷

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۲

۲۳۔ ڈاکٹر شاکر کنڈان، بسم اللہ، مشمولہ: اردو شاعری کا ماحولیاتی مطالعہ، ص ۱۰

۲۴۔ ڈاکٹر اشرف جاوید ملک، پاکستانی اردو نظم: ماحولیاتی تناظر (ملتان: بکس اینڈ ریڈرز، ۲۰۲۴ء)، ص ۸۱۔ ۸۲

۲۵۔ ایضاً، ص ۹۳

۲۶۔ ایضاً، ص ۱۴۰

۲۷۔ ایضاً، ص ۱۹۶

۲۸۔ ڈاکٹر غلام اصغر، کچھ باتیں۔۔ پاکستانی اردو نظم: ماحولیاتی تناظر کے حوالے سے، مشمولہ پاکستانی اردو نظم: ماحولیاتی تناظر، ص۱۵

۲۹۔ فرخ ندیم، پیش لفظ، مشمولہ:، ایکو فیمینزم اور عصری تانیثی اردو افسانہ، نسترن احسن فتیحی (نئی دہلی: ایجو کیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۶ء)، ص۱۱

۳۰۔ نسترن احسن فتیحی، ایکو فیمینزم اور عصری تانیثی اردو افسانہ، ص۱۷

۳۱۔ ایضاً، ص۳۹

32. https://deedbanmagazine.in/issues/issue-three

INSTITUTE OF URDU LANGUAGE AND LITERATURE